رحمت عالم ﷺ کی غیر مسلم محسنین کی احسان شناسی

The Prophetic Conduct of reverence with Non-Muslims

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی*

Abstract:
The basis of reverence for Humanity on humanitarian grounds is not only found in the Holy Quran but is also evident in the Seerah of the Prophet peace be upon him. A study of his life and conduct with the non-Muslims in this context has been carried out in this article. The author examines the dimensions of the Prophetic Conduct based on the humanitarian grounds with the non-Muslims and provides its evidences from the life of the prophet. This aspect of the prophetic model is not only analyzed in the Makkan or pre migration era but the author provides ample evidences of it from the Madinian era. The Prophetic Model of Conduct with the non-Muslims is again analyzed in different scenarios such as war, peace, hospitality, and social welfare, protection of the wealth, life and honor. The paper holds a significance in the current scenario and provides sound grounds for the basis of reverence for Humanity on humanitarian grounds from the prophetic model ..

رحمۃ للعالمین ﷺ کی ان گنت جہاتِ رحمت و مروت میں سے ایک بڑی اچھوتی اور نادر و نایاب جہت انسانیت نوازی ہے۔ بندگان الٰہی اور عیال اللہ کا جو تصور و عمل حضرت رسول اکرم ﷺ نے عالم انسانیت کو دیا ہے وہ تو کسی سے نہ بن پایا حتی کہ انبیائے کرام بھی اس کی تھاہ نہ پاسکے۔ تمام عالموں کے لیے رحمت عام و بیکراں بنا کر مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت پنہاں تھی کہ اس کے خاتم النبیین ﷺ کا مقام و مرتبہ اس باب میں سب سے اونچا رہے۔ سرور کائنات ﷺ کی خاص رحمت کی ایک جہت احسان شناسی تھی اور وہ حکم و قانون الٰہی کہ "احسان کا بدلہ صرف احسان ہے" کی ٹھوس تعبیر اور واضح تمثیل تھی۔ اپنی فطرت عالی کی انتہائی نرمی، طبیعت سامی کی بیکراں لینت اور سارے جہان کے درد و غم کا مداوا کرنے کی جبلت نے رحمت عام کی بارش ہر شخص و قوم پر کی۔ اہل ایمان و اسلام کے لیے آپ سراپا رحمت تھے وہ بھی سب سے اعلیٰ و بلند پایہ پیمانے پر کہ اس سے وسیع تر اور عظیم تر صرف رحمت ربانی ہی ہے۔ آپ کا خاص الخاص امتیاز و رحمت یہ تھا کہ سارے جہان کے لوگوں کو رحمت ربانی

* پروفیسر، صدر، ڈائریکٹر (سابق) ادارہ علوم اسلامیہ و شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اور مغفرت الٰہی کی چادر میں ڈھانپ لینے کی جاں گسل کوشش میں اپنی جان جوکھم میں ڈال دی۔
نبوی احسان شناسی و ممنونیت کا اظہار صرف زبانی و کلامی نہیں تھا حالانکہ وہ بھی مشکل کام ہے کہ وسیع الظرف ہی کے بس کی بات ہے۔ رسول رحمت ﷺ کی احسان مندی کے عملی مظاہر اول روز ہوش مندی سے حیاتِ مستعار کی آخری سانسوں اور تاب و تواں کے آخری لمحوں تک جاری رہے۔ اپنی ذات والا پر کسی شخص، طبقہ یا قوم کے احسان کا بدلہ ایسا دیا کہ اس کو نگاہ عالم میں معزز بنا دیا حالانکہ آپ پر احسان کرنے والا حقیقت میں خود ممنون کرمِ محمدی ہے۔ قومی خدمت، رفاہی فلاح و بہود، صلہ رحمی و قرابت نوازی اور عرب روایت "مروءة"[1] کی تمام حسنات و جہات کا لحاظ و خیال جیسا آپ نے رکھا وہ مثالی ہے۔[2] احسان و مروت اور ان کی پاسداری میں رحمۃ للعالمین ﷺ کا ایک مثالی وطیرہ یہ بھی رہا کہ کافروں، مشرکوں حتی کہ جان کے دشمنوں کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کی، اور صرف عام معمولاتِ حیات اور پر امن ماحول و فضا میں نہیں بلکہ سخت حالاتِ جنگ و قتال کے دوران اور ہنگام پیکار میں بھی اس کے عدیم النظیر مظاہر پیش فرمائے۔ ایمانی فراست سے زیادہ نبوی پیش بینی اور دور رسی سے اپنے اصحاب کرام اور مجاہدین اسلام کو ان کے احسنات و مبرات کے عوض ان کی حفاظت کی خاص ہدایات دیں۔ سیرت نبوی اور رحمت محمدی کی اس خاص جہتِ بیکراں کی چند جھلکیاں اس مختصر مطالعہ میں دکھانے کی کوشش ناتمام ہی ہے کہ فکر و قلمِ خاکسار میں اس کی تاب کہاں؟

ذاتی احسان مندی کے مظاہر

والدین ماجدین وجد امجد

یتیمِ عبد اللہ اور یسیرِ آمنہ نے والدین ماجدین کی محبت و شفقت اور تربیت کی دولت کم پائی مگر ان کے

---

1 عرب "مروءہ" پر ملاحظہ ہو: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور؛ کیرن آرام اسٹران "محمد پیغمبر عہد روا" اردو ترجمہ نعیم اللہ ملک، نشریات لاہور ۲۰۱۲ء ۱۴ و مابعد، بالخصوص اس کے فکری و عملی تصادم سے؛ محمد، پیغمبر اسلا مکی سوانح حیات" مصنف و مترجم وہی غیر ناشر بھی لاہور ۲۰۱۲ء متعدد صفحات ۸۲۔۸۳ و مابعد نبوی مروءت کے بیان میں حضرت خدیجہؓ کی نبوی صفات بیانی اس کی عملی تمثیل ہے۔

2 شبلی، سیرۃ النبی، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۶ء، ۱/۱۷۷ و مابعد

خون اور دودھ کی قیمت پوری چکادی۔ دونوں کے نام نامی زمانہ فترت[1] کے بلند ترین شخصیات میں اس طرح ثبت کیے کہ وہ جریدۂ دوام عالم پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور تاقیامت درخشاں رہیں گے۔ والد ماجد کو دیکھا تک نہ تھا اور والدہ ماجدہ کی یادیں بھی بچپن کی دھند میں لپٹی تھیں مگر ان دونوں کا ذکر، ان کے لیے دعا و استغفار اور ان کے احسان دوسروں کے لیے مثال و اسوہ بنادیا۔ ابن عبد اللہ اور آمنہ کا لال ان کے ذکر خیر کے ساتھ ان کے احسانات و عطایا کا معاوضہ یوں ادا کرتا کہ استغفار و اجر اُخروی کے ذخیرہ سے ہمکناری کی کوشش کرتا۔ عام روایاتِ سیرت و حدیث کافرین و مشرکین کے لیے استغفار و دعا کی ممانعت بتاتی ہیں اور اس کے قائلین علماء و محدثین حضرت ابراہیمؑ کی استغفار پدری سے مخالفت الٰہی کی قرآنی شہادت پیش کرکے اس سے استدلال کرتے ہیں مگر وہ یہ فرق نہیں کرپاتے کہ مشرک آزر کی مغفرت کی دعائے خلیل دعوت نبوی ملنے اور اس کے مسترد کرنے کے بعد کی ہے۔ زمانہ فترت یعنی بعثت و رسالت نبوی سے قبل کے عام لوگ اور اعزہ و اقربا اس ممانعت و تحریمِ استغفار کے مصداق نہیں بنتے کہ ان کو پیغام رسول پہونچا ہی نہ تھا[2] اور یہ بھی فرمان الٰہی اور قانون ربانی ہے کہ ایسے افراد و اشخاص اور اقوام کا معاملہ دوسرا ہے اور رسالت محمدی کے بعد دعوت اسلام پہونچ جانے کا معاملہ قطعی مختلف۔ اس زمرہ عالیہ و فطریہ میں رحمت عالم ﷺ کے سب سے بڑے دنیاوی مربی اور عظیم ترین محسن جد امجد حضرت عبد المطلب ہاشمی تھے کہ آٹھ سال تک ان کی کفالت سے بہرہ مند ہوئے تھے۔ انتہائی شفیق و کریم دادا نے اپنی اولاد امجاد سے زیادہ اپنے عظیم و جلیل پوتے کی کفالت و پرورش اور تربیت میں حسن عمل و کردار کا مظاہرہ کیا اور مروت کا نام روشن کیا احسان مند پوتے نے اپنے نام و نسب میں ”محمد بن عبد المطلب“[3] کی نسبت پدری سے زیادہ نسبت جدی کا استعمال کرکے اسے محسن کے لیے

---

1 زمانہ فترہ۔ رسول کا پیغام ان تک نہ پہونچنے پر۔ ان کے بارے میں سب سے بڑی شہادت خود قرآن مجید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب و سزا نہیں دیتا جب تک اسے پیغام الٰہی بذریعہ انبیاء کرام نہ پہونچ جائے۔ آیات کریمہ ہیں {وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا} [الإسراء: 15] وغیرہ۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات اور موقع و محل کے واقعات بھی اس غیر مکلف یا برزخی زندگی پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ بحث ابھی تک تحقیق و تصفیہ طلب ہے۔

2 داناپوری، عبد الرؤف، اصح السیر، مکتبہ نعیمہ دیوبند، طبع جدید، ص ۷ و مابعد۔

3 احادیث و سیرت کے بیشتر مصادر میں مختلف مواقع پر آپ کے اپنے تعارف یا دوسرے کے پہچان و شناخت میں ”محمد بن عبد المطلب“ زیادہ آتا ہے کیونکہ عربوں میں جد امجد کی طرف نسبت کرنے کی ایک پکی روایتِ محبت تھی۔ اکابر

طغرہ امتیاز بنادیا۔ زندگی بھر نہ صرف جد امجد کے ذکر خیر سے اپنے قلب و روح کو گرماتے رہے بلکہ دوسروں کے لیے اسوۂ حسنہ قائم کرتے رہے کہ محسن شناسی فطرت اسلامی ہے۔

عم مکرم زبیر بن عبدالمطلب

ہاشمی خاندان ذی شان کے دوسرے محسن عم مکرم اور سب سے بڑے چچا زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی کے احسانِ کفالت و تربیت کا معاوضہ ان کی حمایت و نصرت سے کیا[1]۔ عم مکرم کی تحریک ہی پر آپ نے بھی حلف الفضول کے معاہدے میں شرکت کی اور اس کے نفاذ کے لیے قبل و بعد رسالت ایک فرض قومی اور وطیرہ محمدی کے بطور ان تھک کوششیں کیں[2]۔ ان کے گھر والوں اور اپنے چچازاد بھائی بہنوں کے ساتھ بعثت سے قبل اور بعد بھی سلوک احسان شناسی کیا۔ ان کے ساتھ عام قرابت و صلہ رحمی کا سلوک کیا۔ رسالت سے قبل بڑے چچا کے انتقال کے بعد ان کے تمام اہل و عیال کی کفالت اپنے ذمہ

جاہلی اور شخصیاتِ اسلامی اپنے جد امجد کی طرف نسبت سے معروف ہیں۔ مصادر و کتب سیرت میں ہے کہ آپ نے غزوہ احد و غزوہ حنین میں فرمایا تھا" أَنَا النَّبِيّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ" بالعموم متاخر سیرت نگار اس کا حوالہ غزوہ حنین میں دیتے ہیں۔ مغازی واقدی میں دو احادیث ہیں: "قَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ: أَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ" وَقَالَ أَيْضًا: " أَنَا النَّبِيّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ" اول الذکر حدیث کی تخریج میں عاتکہ نامی تین جدات نبوی کا تذکرہ النهاية في غريب الحديث (المکتبۃ العلمیہ، بیروت 1/ 180) میں ہے۔ اور یہ کتب حدیث میں بھی ہے؛ نیز واقدی، ۶۰۲؛ وغیرہ مصادر سیر میں بھی ہے۔ "محمد بن عبداللہ" بھی نام و نسب اور تعارف و خطاب میں آیا ہے جیسے غزوہ حنین میں بقول ابن اسحاق آپ نے اپنی اس نسبت سے اور صفت رسالت سے غزوہ حنین کے لیے لوگوں کو پکارا تھا۔ "هَلُمُّوا إلَيَّ، أَنَا رَسُولُ اللَّهِ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ "(سیرت ابن ہشام، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي، مصر، ج2، ص445) لیکن اس کا حوالہ بالعموم نہیں دیا جاتا۔ اس نعرہ نبوی میں قافیہ کی رعایت بھی ہے۔

1 صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، اردو، مجلس علمی، علی گڑھ، ۱۹۸۰ء، ص۸۹ و مابعد۔

2 "وَأَوَّلُ مَنْ دَعَا إِلَيْهِ الزُّبَيْرُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ" ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۱ ص ۶۱ "فَقَامَ فِي ذَلِكَ الزّبَيْرُ بْنُ عَبْدِ الْمُطّلِبِ، وَقَالَ مَا لِهَذَا مُتَرّكٌ فَاجْتَمَعَتْ هَاشِمٌ وَزُهْرَةُ وَتَيْمُ بْنُ مُرّةَ فِي دَارِ ابْنِ جُدْعَانَ، فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا، وَتَحَالَفُوا فِي ذِي الْقَعْدَةِ فِي شَهْرٍ حَرَامٍ قِيَامًا، فَتَعَاقَدُوا" سہیلی، الروض الأنف، دار احیاء التراث العربی، ج2، ص47۔ متعدد دوسرے اردو و عربی اور غیر ملکی سیرت نگاروں نے بھی صرف کفالت ابوطالب کا ذکر کیا ہے۔

لے لی۔ ان کی دختروں کی کفالت اور ان کی بہترین افراد سے شادیاں کیں۔ مکی و مدنی دونوں ادوار حیات میں بنات عم اور خاندان زبیر ہاشمی کی مالی و معاشی، دینی، سماجی اور ہر قسم کی ضروریات کی دیکھ ریکھ ایک وسیع الظرف شیخ عرب کی طرح کی[1]۔

دوسرے حقیقی عم مکرم ابو طالب ہاشمی کے احسانات تحفظ، و تربیت و محبت اور مدافعت و حمایت کا ہمیشہ اعتراف کیا اور ان کے احسانات کا بدلہ بھی احسان سے دیا۔ عم زاد حضرت علی بن ابی طالبؓ کی کفالت نبوی اس کی ایک مثال ہے جو ان کی اقتصادی و تجارتی بدحالی کے زمانے میں کی تھی اور حضرت عباسؓ سے دوسرے عم زاد کی کفالت کروائی تھی۔ اسی صلہ رحمی کا صلہ آپ نے ان کی دوسری اولاد و اہل تعلق کے معاملوں میں دیا تھا۔ ان میں ان کے فرزندوں کے علاوہ ان کی بیٹیاں بھی شامل تھیں اور ان کے دوسرے اقارب بھی[2]۔

مکی دور کے اصحاب خیر کی کرم نوازی

نبوت و رسالت سے قبل کی چالیس سالہ حیات سعادت آگیں اور بعد کی تیرہ سالہ مدت نبوی کی کارکردگی دونوں میں تسلسل وارتقائے عام ملتا ہے۔ قریشی اکابر اور سادات و شیوخِ مکہ بالخصوص اور پورا قبیلہ قریش اپنے حلم و تحمل اور بردباری، عدالت و سماحت کے لیے پورے عرب میں معروف تھے۔ تمام رذائل شرک و کفر اور خرافات طبیعت و قماش کے باوجود ان میں کرم گستری اور خیر خواہی اور حق شناسی کے فضائل اخلاق بھی بہت تھے۔ دین حنیفی کی روایات واقدار اور اعمال و اشغال نے ان میں محبت و یگانگت، مروت و مدارات اور حق و صداقت کی پاسداری کی عادات بھی پختہ کی تھیں۔ اکابر ومشائخ اپنے قبائلی قد و قامت، سماجی منزلت و سطوت، دینی رفعت و جلالت اور شخصی فضیلت و سماحت

---

1 بالعموم سیرت نگاروں نے حضرت زبیر بن عبد المطلب ہاشمی کی حقیقی رشتہ داری، عم مکرم کا ذکر کیا ہے اور نہ ان کی کفالت محمدی کا حالانکہ وہ واقعہ امری ہے۔ ''فَكَفَلَهُ عَمَّاهُ شَقِيقَا أَبِيهِ الزُّبَيْرُ وَأَبُو طَالِبٍ'' ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، مطبعۃ السعادہ قاہرہ، ج ۲، ص ۲۷۷۔ اسی طرح مقالہ خاکسار: زبیر بن عبد المطلب ہاشمی۔۔۔ اور دوسرے مقالات بنو عبد مناف وغیرہ پر۔ کتاب خاکسار: عبد المطلب ہاشمی۔ رسول اکرم ﷺ کے دادا، اسلامک بک فائڈیشن نئ دہلی ۲۰۰۴ء۔

2 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب خاکسار، ''رسول اکرم ﷺ اور خواتین۔ ایک سماجی مطالعہ'' اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئ دہلی، ۲۰۰۶ء

کا ہر مرحلہ و معاملہ میں لحاظ رکھتے۔ جوانان قریش (فتیان قریش) کا دوسرا سماجی طبقہ دین حنیفی اور اکابر کی وراثت اور قومی روایت کے علاوہ مردانگی و شرافت کی وجہ سے بھی بہتر رویہ اپناتا۔ قومی شیرازہ بندی، قریشی جمعیت طرازی، حرم مکہ کی پاسداری، بیت اللہ کی خدمت کی ذہنیت ان کے شخصی رذائل پر ان کے فطری خصائل کو فوقیت عطا کرتی[1]۔

اکابر و فتیان قریش کے درمیان حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی قبل بعثت کے ایسے قومی ماحول اور قبائلی فضا میں پروان چڑھے تھے اور ”فتیان قریش“ کے زمرہ امتیاز میں بھی سربراہ آور سمجھے جاتے تھے۔ نبوت و رسالت محمدی نے اکابر و سادات اور فتیان (نوجوانان) قریش کے ذہن ساز اور قوم و ملت ساز طبقات کو ایک ناگہانی قومی آفت سے دوچار کر دیا۔ رواجی دین قریش کی بندشوں اور کفر و شرک کی فطرت کش آلائشوں نے متحدہ قومیت قریش اور قبائلی ”مروءت“ اور حلم و کرم کی اقدار و روایات سے تصادم پیدا کیا۔ دین اسلام اور اس کے آخری پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد و ارکان اور تعلیمات خیر و سعادت سے ان کے متشدد ترین طبقات کو بھی اتنی کد نہ تھی جتنی قومی یک جہتی کی ابتری سے۔ بلاشبہ وہ اپنے معبودوں کے لیے عقیدہ توحید اور اس کے پیغام نبوت کو سب و شتم سے تعبیر کرتے اور کافی افسردگی، اضطراب و بے چینی کا اظہار بھی کیا کرتے مگر ان کو سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاندانی نظام اور قومی معاشرتی یک جہتی کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔ خالص دین ابراہیمی کے دعوائے محمدی کو تسلیم کرنے کے بعد بھی ان کو اپنے آباء و اجداد کے مذہبی شیرازہ بندی کی مستحکم قومی رسی کے بکھرنے کا غم ستاتا رہا۔ مخالفت و مقاومت اسلام اور عناد و عداوت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے اکابر و سادات اور قائدین و حکام ایک عجیب ذہنی و فکری کشمکش اور علمی کشاکش کے بھنور میں پھنس گئے۔ تعلیمات اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام کی صالح ترین شخصیت اور

---

1 بحث کے لیے ملاحظہ ہو: خاکسار کی کتب سیرت

الف۔ تاریخ تہذیب اسلامی (جدید طباعت) قاضی پبلشرز نئی دہلی ۲۰۱۸ء، دوسرا باب۔

ب۔ عہد نبوی کا تمدن، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲۰۰۸ء؛ دار النوادر ۲۰۱۸ (طبع دوم)

ج۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات، ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۰۱ء کے علاوہ عبد المطلب ہاشمی پر کتاب اور مقالات بنو عبد مناف، عم مکرم زبیر بن عبد المطلب ہاشمی، مقالہ مروہ، دائرہ معارف اسلامیہ لاہور۔

ان کے فضائل واخلاق کی رفعت و مسحور کن تاثیر ان کے رویوں میں تبدیلیوں کی باعث بن گئی[1]۔

اختیار دین و فکر کا حق

مخالفت اسلام و عداوت رسول کی عام فضا میں ایک عظیم ترین، طاقتور و مالدار شیخِ قریش عاص بن وائل سہمی کی فکر و عمل کی آزادی کی آواز ابھری۔ حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کے قبول اسلام کے بعد متشدد اکابر و شیوخِ قریش کے دینِ قومی کو چھوڑنے پر عین ہنگام زدوکوب میں شیخ سہمی نے اعلان کیا کہ ”ایک شخص اپنی مرضی اور پسند سے ایک دین اختیار کرتا ہے تو یہ اس کا حق ہے اور تم سب اس پر جبر واکراہ کر کے اس کے بنیادی حق سے کیوں محروم کر رہے ہو؟ انہوں نے نہ صرف حق اختیار و آزادی فکر کا قوی نعرہ اور بنیادی انسانی ”فکرہ“ بلند کیا بلکہ ”نو مسلم عمر“ کو بلا طلب اپنی جوار (پناہ) میں بھی لے لیا اور متشددین و مخالفین کے فکری و دینی جبر اور علمی تشدد و بربریت پر روک لگادی۔ عاص بن وائل سہمی کا یہ اقدام پورے مکی دور میں ان کے تحفظ کا ضامن بن گیا اور ان کی اپنی طاقتور شخصیت اور بے پناہ رعب و جلال والی ذات کو ایک قومی قائد کے تحفظ و ضمانت کا زرہ بکتر پہنا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ پورے مکی دور میں اس جوار سہمی کی وجہ سے جبر و ظلم سے محفوظ و مامون رہے۔ یہ جوار و تحفظ اس قبائلی و خاندانی اور قومی تناظر میں اور بھی موثر و کارگزار تھی کہ حضرت عمرؓ کا خاندان بنو عدی عاص بن وائل کے خاندان بنو سہم کا حلیف و دوست تھا اور دوستی و یگانگت کی روایت نے اسے مزید تابندہ کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اس کار خیر کے لیے شیخ سہمی کے ممنون رہے۔ جوار (پناہ) تحفظ دینے کی ایک قوی قریشی روایت اتنی پختہ، مستحکم اور محترم و کارگر تھی کہ اس کو کوئی عصبیت، کوئی

---

1 ”إِنَّ ابْنَ أَخِيكَ قَدْ سَبَّ آلِهَتَنَا، وَعَابَ دِينَنَا، وَسَفَّهُ أَحْلَامَنَا، وَضَلَّلَ آبَاءَنَا...“ ابن اسحاق / سیرت ابن ہشام، ج ا، ص265، ابو طالب ہاشمی سے ان کے دفتر شکایات کا ایک مستقل الزام تھا۔ یہی شکایت بعد میں بھی کرتے رہے تھے۔ ”وَفَرَّقَ جَمَاعَةَ قَوْمِكَ...“ سیرت ابن ہشام، ج1، ص267۔ نیز سابقین اولین کے قبول اسلام پر ان کے آباو اجداد اور خاندان والوں کے الزامات و شکایات نیز مذکورہ بالا ”فتیان قریش“ میں حضرت حمزہ، عمر فاروقؓ، ابو بکر صدیقؓ، عثمان بن عفانؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ متعدد شخصیات شامل تھیں، اس پر ایک تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

مخالفت کاٹ سکتی تھی اور نہ بیکار کر سکتی تھی[1]۔

قبائلی تحفظ کی روایت قریش

قومی اور قبائلی روایتِ تحفظ کی سب سے موثر اور کارگر جہت تو قبیلہ و خاندان اور بطن کے تمام افراد و ارکان کی حمایت و نصرت کی ہی تھی۔ ہر قبیلہ اور اس کا ہر خاندان و بطن اپنے ہر رکن و فرد کے جان و مال و آبرو کا تحفظ کرنے کا بہر حال پابند تھا خواہ وہ مجرم و گناہ گار اور غلط رویہ کا مارا ہوا ہی کیوں نہ ہو یہ قومی ذلت اور خاندانی تذلیل و تحقیر کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ کوئی قبیلہ یا اس کا خاندان اپنے ارکان و افراد کے تحفظ سے ہاتھ اٹھالے یا کوتاہی کر جائے۔ بطون قریش کے تمام سادات و اکابر نے اپنے اپنے خاندان و قوم کے مسلمانوں کی بھی غیروں کی چیرہ دستی اور ظلم و ستم سے حفاظت کی تھی جیسی وہ اپنے دین داروں کی کرتے تھے۔ خاندان بنو ہاشم و بنو مطلب کے متحدہ قائد و شیخ اکبر جناب ابو طالب بن عبد المطلب ہاشمی اور ان کے دونوں خاندانوں نے اپنے تمام مسلمانوں کا پورا تحفظ کیا اور سب سے زیادہ تحفظ رسول اکرم ﷺ کا کیا۔ متشدد اور بااثر اکابر معاندین کے تمام دباؤ، جبر و اکراہ کے باوجود نہ صرف ذات رسالت مآب ﷺ کا شخصی تحفظ کیا بلکہ آپ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کی راہ ہموار کی۔ آپ نے اسی ضمانت و تحفظ عم مکرم اور خاندان کی حمایت سے بلا روک ٹوک اپنا پیغمبرانہ کام جاری رکھا[2]۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے مربی و مشفق اور جاں نثار عم مکرم کے ان احسانات کو نہ صرف یاد رکھا بلکہ ان کے

---

1 شیخ سہمی کے الفاظ تھے: "فَمَهْ، رَجُلٌ اخْتَارَ لِنَفْسِهِ أَمْرًا فَمَاذَا تُرِيدُونَ؟ أَتَرَوْنَ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ يُسْلِمُونَ لَكُمْ صَاحِبَهُمْ هَكَذَا! خَلُّوا عَنْ الرجل..." ابن اسحاق / ابن ہشام، ج ۱، ص 349۔ کمسن فرزندِ حضرت عمرؓ، عبد اللہؓ شیخ عاص بن وائل سہمی کو پہچانتے تھے نہ تو ان کے دفاع عمری کے بارے میں استفسار کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کا نام بتایا تو عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا: اللہ ان کو جزائے خیر دے: "جَزَاهُ اللَّهُ خَيْرًا" حضرت عمرؓ نے بقول ابن ہشام اس پر تبصرہ کیا "لَا جَزَاهُ اللَّهُ خَيْرًا" یہ روایت تبصرہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا۔ ملاحظہ ہو: بخاری / فتح الباری: ۷ / ۲۲۲۔۲۲۸: باب اسلام عمرؓ، احادیث بخاری: ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، موخر الذکر دونوں میں عاص بن وائل سہمی کے جوار دینے اور بنو سہم و بنو عدی کے عدی کے حلیف ہونے کا ذکر ہے۔

2 ابن اسحاق / ابن ہشام، ۱ / 179 وما بعد؛ حمایت نبوی منجانب ابو طالب کے لیے نیز ۱ / ۲۰۴ بطون قریش کے اپنے ارکان کی خاندانی و قبائلی حمایت و حفاظت کے لیے مباحث ہجرت حبشہ وغیرہ؛ حضرت عمر کی حمایت خاندان کا حوالہ شیخ سہمی کے انذار میں گزرا۔

اور ان کے خاندان کے ساتھ احسانی سلوک بھی کیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب نے اپنے اپنے بزرگ تر خاندان / بطن عبد مناف کے دوسرے دو بطون بنو امیہ و بنو نوفل کے بر خلاف جس طرح آپ کی مکی دور میں حمایت کی تھی آپ نے مکی دور میں ان کے نوجوانوں اور بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور مدنی دور میں ان دونوں حمایتی خاندانوں کو فییٔ و مغانم نبوی سے بہرہ مند کیا اور گریزاں خاندانوں کے افراد طبقات کو اس سے محروم رکھا حالانکہ ان دونوں محروم خاندانوں کے بعض اکابر اور طالب امداد و اعانت اور ترجمان میں حضرت عثمان بن عفان جیسے داماد رسول ﷺ بھی تھے[1]۔

مسلمانوں کی جوار مشرکین

جوار (پناہ) دینے کی ایک عرب اور قریشی روایت یہ بھی تھی کہ کسی وجہ سے صاحب ضرورت کو اس کا اپنا خاندان تحفظ فراہم نہ کر سکے یا قاصر رہے تو وہ کسی دوسرے خاندان قریش کے شیخ و سردار یا کبیر شخص سے جوار و پناہ کی درخواست کر سکتا تھا اور شدید حالات میں وہ ایسا کرتا بھی تھا۔ دوسرے خاندان کے سید و کبیر کے لیے یہ معاملہ عزت و آبرو اور جوان مردی کا تھا کہ وہ بلا لحاظ و بلا تامل طالب جوار کو اپنی پناہ میں قومی رویہ کے خلاف لے لیتا تھا۔ اور قوم قریش اور عرب کا قومی وطیرہ یہ بھی تھا کہ وہ جوار عطا کرنے والے شیخ کبیر کی جوار کو بلا تحفظ تسلیم کر لیتے اور "غیر خاندان" کے شخص کو تحفظ بھی دیتے تھے۔ متعدد مکی قریشی نوجوانوں نے اپنے خاندانوں کی حمایت سے محرومی یا بیچارگی کی وجہ سے دوسرے خاندانوں کے شیوخ و سادات سے جوار مانگی اور وہ ان کو مل گئی۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ جوار غیر کو تحفظ دینے والا شیخ و سردار خاندان اپنے مسلمان فرزندوں اور عزیزوں پر مظالم اور ستم ہائے گوناگوں روا رکھتا تھا۔ قومی اور قریشی طریقت جوار کی تاثیر و کارسازی کی ایک سب سے زیادہ تعجب خیز اور اسی

---

1 بنو عبد مناف کے چار خاندانوں۔ بنو عبد شمس / بنو امیہ، بنو ہاشم، بنو مطلب اور بنو نوفل میں سے بنو امیہ اور بنو نوفل بالعموم ایک جیسا طرز عمل اختیار کرتے غالباً تجارتی و سماجی مفادات کے سبب اور بنو ہاشم و بنو مطلب کا اتحاد باہمی رہتا، شاید ابوطالب کی متحدہ سرداری کے سبب، ان دونوں طبقات اور خاندانوں کے اتحاد کا طرز عمل حلف الفضول، تجارتی معاملات، صحیفہ مقاطعہ وغیرہ میں جداگانہ دیکھا جا سکتا ہے لیکن قبائل عرب یا بطون قریش کے معاملات میں بنو عبد مناف متحدہ خاندان بن جاتا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بنو عبد مناف۔ متحدہ بزرگ تر خاندان رسالت، مقالہ خاکسار، معارف اعظم گڑھ۔ فروری۔ مارچ ۱۹۹۶ء

طرح مثالی اور کرم و بندہ نواز جہت ان کے حلم و کرم کا اثبات کرتی ہے۔ وہ تمام قریشی سادات و اکابر جو اپنے مسلم عزیزوں کے لیے بازوئے قاتل و ظالم رکھتے تھے اور رسول اکرم ﷺ کی عداوت و مخالفت میں گردن تک ڈوبے تھے جب ان سے سید المرسلین اور رحمۃ للعالمین ﷺ نے دوسرے / غیر خاندانی مسلمانوں کے لیے جوار طلب کی تو وہ ہچکچاہٹ کے بغیر جوار (پناہ) دے بیٹھے[1]۔

مطعم بن عدی کی جوار نبوی

وفات ابو طالب ہاشمی کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سفر طائف سے واپسی کے بعد بنو عبد مناف کے خاندان پر عناد بنو نوفل کے سردار اکبر مطعم بن عدی سے اپنے سفیر و عزیز حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کے ذریعہ اپنے لیے جوار کی مانگی اور شیخ نوفل نے اسے قبول کیا۔ اپنے چاروں فرزندوں اور دوسرے جوانوں کے ساتھ ہتھیار سجا کر خانہ کعبہ کے ارد گرد مجالس قریش کے سرداروں کے سامنے اعلان کیا کہ آج سے محمد ہماری جوار میں ہیں اور ہر گز کوئی ہاتھ ان پر دست درازی کے لیے نہ اٹھے۔ سرداران قریش اچنبھے میں رہ گئے مگر ذاتی صدمے سے ابھرتے ہی تسلیم کیا اور کہا کہ تمہاری جوار کا ہم احترام ہی نہیں کرتے ہماری جوار بھی ان کو حاصل ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے مکی حیات طیبہ کے آخری تین برس اسی پناہ غیر کے حصار میں گزارے تھے[2]۔ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف ان کے اس احسان کو یاد

---

1 ابن اسحاق / ابن ہشام، ۲/ ۱۳۔ ۱۵۔ بلاذری، انساب الاشراف، ۱/ ۵۲۸۔ ۵۳۰: حضرت عثمان بن عفان جوار سعید بن العاص میں، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جوار والد ماجد میں، حضرت مصعب بن عمیر جوار نضر بن حارث میں، حضرت زبیر بن عوام جوار زمعہ بن الاسود میں، حضرت عبدالرحمن بن عوف جوار اسود بن عبدیغوث میں اور دوسرے بھی اکابر قریش کے جوار میں تھے، حضرت عمرؓ کے علاوہ ان کے حلیف عامر بن ربیعہ عنزی کو جوار عاص بن وائل سہمی مل گئی تھی۔ ان کے علاوہ سب سے دلچسپ جوار سہیل بن عمرہ عامری کی تھی جو ابو سبرہ بن ابی رھم یا کسی اور صحابی کو دی تھی جب کہ وہ خود اپنے فرزندوں پر ظلم و ستم کرتے تھے۔ مقالہ خاکسار "عہد نبوی میں سماجی تحفظ کا نظام" تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۲ء

2 "فَبَعَثَ إِلَى الْمُطْعِمِ بْنِ عَدِيٍّ فَأَجَابَهُ إِلَى ذَلِكَ... فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى عِنْدَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى مَنْزِلِهِ" سیرت ابن ہشام، ج1، ص381۔ "فَأَرْسَلَ رَجُلا مِنْ خُزَاعَةَ إِلَى مُطْعِمِ بْنِ عَدِيٍّ: أَدْخُلُ فِي جِوَارِكَ؟...فَقَامَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَنَادَى: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنِّي قَدْ أَجَرْتُ مُحَمَّدًا فَلا يَهْجُهُ أَحَدٌ مِنْكُمْ" ابن سعد، طبقات کبری، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج1، ص165۔ "ثم بعث إلى مطعم بن عدي،

رکھا اور ان کی اور ان کے خاندان کی تعریف کی بلکہ ان کے ایک احسان کے بدلے کئی احسانات عظیم و جلیل بھی کیے۔ غزوہ بدر کے اسیر ان قریش جب مدینہ منورہ لائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور وہ قیدیوں کی رہائی کے لیے کہتے تو میں سب گندوں کو ان کی وجہ سے آزاد کر دیتا"۔ شیخ نوفلی زندہ نہ رہے تھے مگر ان احسان کے عوض آپ نے تمام قریشی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا انتہائی مثالی مظاہرہ فرمایا۔ اس میں رحمت عالم کی اپنی شخصی و ذاتی وسیع القلبی تو تھی ہی، صلہ رحمی، قرابت قریبہ کی تاثیر بھی تھی اور اپنے محسن، پناہ دینے والے کے احسان کی رعایت بھی[1]۔

سماجی مقاطعہ کے دوران امداد

ابوطالب ہاشمی نے جب رسول اکرم ﷺ کو اکابر قریش کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو قریشی معاندین نے بنوہاشم و بنو مطلب دونوں خاندانوں کا سماجی مقاطعہ کر دیا کیونکہ دونوں خاندان بنی عبد مناف اپنے شیخ و سردار کے فیصلہ سے متفق تھے اور انہوں نے حفاظت کی غرض سے شعب بنی ہاشم میں پناہ لی۔ قریشی مخالفین نے ایک دستاویز (صحیفہ) مقاطعہ لکھوا کر باب کعبہ پر آویزاں کر دی جس کے مطابق تمام قریشی خاندان ان دونوں بطون سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔ ان میں سب سے زیادہ ہولناک اور غیر انسانی شرط یہ تھی کہ کوئی عرب یا قریشی ان محصورین شعب کے ساتھ نہ تو تجارتی سامان کا لین دین کرے گا نہ کوئی امداد۔ متعدد قریشی اکابر اس دستاویز سے متفق نہ تھے لیکن کفر و شرک کے جارحانہ جبر کی وجہ سے وہ اس کی کتابت و نفاذ کے وقت خاموش رہ گئے۔ کئی اصحاب خیر و انسانیت ایسے بھی تھے جو محصورین شعب بنی ہاشم کی دیکھ بھال کرتے اور وقتاً فوقتاً سامان رسد وغیرہ سے ان کی اعانت کیا کرتے تھے۔ ان میں اہم ترین سادات قوم تھے: ہشام بن عمرو بن ربیعہ عامری، حکیم بن حزام اسدی۔

فأجاره. فدخل في جواره. ولبس قومه السلاح حتى أدخلوه المسجد. فكان رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يشكرها لمطعم بن عدي" **بلاذری، انساب الاشراف**، دار الفکر، بیروت، ج1، ص237۔

1 "قال رسول الله صلى الله عليه وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: لَو كَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيّ حَيّا لَوَهَبْت لَهُ هَؤُلَاءِ النّتْنَى.وَكَانَتْ لِمُطْعِمِ بْنِ عَدِيّ عِنْدَ النّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إجَارَةٌ حِينَ رَجَعَ مِنْ الطّائِفِ "**واقدی، کتاب المغازی**، مرتبہ مارسدن جونس، دار الاعلمی، بیروت1989، ج1، ص110۔ **فتح الباری**، دار المعرفۃ، بیروت ج6، ص243۔

صحیفہ مقاطعہ کی منسوخی

قرابت داری، صلہ رحمی، قریشی حلم و کرم کی روایت کی پاسداری، انسانیت نوازی اور دوسری متعدد وجوہ سے متعدد اکابر قریش اس صحیفہ مقاطعہ کے خلاف ہوتے گئے اور بنو ہاشم و بنو مطلب اور ان کے مسلمانوں و مشرکوں کی تباہ حالی، بھکمری اور تذلیل سے ان کا مجرمانہ سکوت ٹوٹا اور وہ سرگرم ہو گئے۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ عامری اپنی قوم / خاندان میں بڑے صاحب جاہ و منزلت تھے اور نسب و رشتہ داری کے لحاظ سے وہ بنو ہاشم سے زیادہ "واصل" تھے۔ انھوں نے صحیفہ مقاطعہ کی منسوخی کی تحریک چلائی اور شیخ مکہ زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی سے دردمندانہ التجا کی اور ان کی رگ حمیت و قرابت ابھار کر اپنا ہمنوا بنالیا۔ وہ عاتکہ بنت عبد المطلب ہاشمی کے فرزند تھے اور اس رشتہ نے بھی اپنی کارسازی کی۔ دونوں نے شیخ مکہ اور سردار بنو نوفل مطعم بن عدی اور سب نے مل کر ایک دوسرے سردار صالح ابو البختری عاص بن ہشام اسدی اور زمعہ بن اسود بن مطلب اسدی کو بھی قرابت و انسانیت کے حوالے سے راضی کر لیا۔ ان پانچ صالح و سعید سادات بطون نے دوسرے دن خانہ کعبہ کے گرد آراستہ مجالس اکابر قریش کے سامنے اس کی منسوخی کا اعلان کر کے اسے پھاڑ دیا اور بحث و مباحثہ میں یہ اعلان بھی کر دیا کہ ہم اس صحیفہ ظالمہ سے پہلے بھی متفق نہ تھے اور مجبوراً قومی یک جہتی کے سبب خاموش رہ گئے تھے لیکن اب نہ رہیں گے [1]۔

احسان کا اعتراف نبوی

نقض صحیفہ میں ان سادات خمسہ کے احسان کو رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ یاد رکھا اور ان کا شکر و احسان ادا کیا۔ ان میں ابو البختری جیسے اکابر قریش کو غزوہ بدر میں قتل کرنے کی ممانعت صحابہ کو کی۔ ان کے ساتھ اسیری میں اچھا سلوک کیا اور ان کے جنگ میں قتل نادانستہ پر اپنے رنج و غم کا اظہار فرمایا۔ مطعم بن عدی نوفلی کی جنگ بدر سے قبل وفات پر شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت خزرجی نے اذن نبوی سے ایک درد بھرا مرثیہ لکھا جو ان کی مساعی جمیلہ کی شہادت بن گیا۔ ابن اسحاق کے بقول ابو طالب ہاشمی نے ان سادات خمسہ کی تعریف میں قصیدہ لکھا تھا۔ وہ دونوں سیرت ابن اسحاق میں

---

1 سیرت ابن اسحاق، ص 165۔

محفوظ ہیں۔ ان کے اشعار میں مطعم بن عدی کے جوار نبوی دینے کا حوالہ ہے۔ حضرت حسان نے نقض صحیفہ کے اصل محرک ہشام بن عمرو عامری کی شان میں بھی قصیدہ کہا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام سے ان کی محبت و خدمت کی وجہ سے نہ صرف ان کا شکریہ ادا کیا بلکہ ان کو قتل سے بچایا اور ان کو بعد میں بہت سامان عطا فرمایا[1]۔

اکابر قریش کی حمایت نبوی

دعوت و تبلیغ نبوی کے رد عمل میں قریش مکہ اور ان کے اکابر و شیوخ کے دو تین طرح کے رجحانات پیدا ہوئے۔ ایک مخالفت و عناد کا جو متشددین کا وطیرہ تھا، دوسرا صلح جو اور مفاہمت پسندی کا جو رسول اکرم ﷺ کو اپنا کام کرنے دینے کے حق اور آزادی فکر و عمل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور وہ جو چند اکابر اور عام لوگوں کا تھا۔ تیسرا رجحان وہ فکر اور اس کے نتیجہ میں عمل کا تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کی پختہ حمایت، جانثارانہ نصرت اور ہر طرح کی اخلاقی و عملی اور مادی اعانت و امداد پر مشتمل تھا۔

صلح جو اکابرِ قریش کا موقف

ساداتِ قریش کے اولین و سرخیل طبقہ میں عتبہ بن ربیعہ عبشمی (عبد شمس کے خاندان والے) کا مقام و مرتبہ سب سے بلند و مستحکم تھا اور وہ پدر قریش کی منزلت رکھتے تھے۔ معاندین قریش اور ان کے متشدد اکابر نے شیخ عتبہ بن ربیعہ عبشمی کو رسول اکرم ﷺ سے بات چیت کرکے دعوت اسلامی سے روکنے پر آمادہ کرنے کے لیے خدمت میں بھیجا۔ مشہور واقعہ کے مطابق انھوں نے تین تجاویز مصالحت پیش کیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو اطمینان کے ساتھ سنا اور ان کو اپنا جواب قرآنی آیات کریمہ کی زبانی سنایا۔ عتبہ بن ربیع مبہوت ہو کر واپس مجالس قائدین میں پہونچے اور ان کو مشورہ دیا کہ محمد ﷺ کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اگر عرب ان کا کام تمام کردیں گے تو تمہاری مراد بر آئے گی اور اگر وہ کامیاب ہو جائیں گے تو عرب و عجم کی بادشاہت تم کو مل جائے گی کیونکہ ان کا ملک تمہارا ملک ہو گا اور ان کی عزت تمہاری عزت ہو گی"۔ شیخ عبشمی کا مختصر خطبہ ادبیت و حکمت اور فراست کا ایک شاندار مجموعہ ہے جو ان کے جیسے متعدد اصحاب فکر و نظر اور اکابر دین و قوم کے خیالات کا ترجمان بھی ہے

---

1 بحث کے لیے مقالہ خاکسار: دعوت نبوی پر قریشی اکابر کا رد عمل، معارف اعظم گڑھ ۲۰۱۴ء نیز سیرت ابن ہشام، ج1، ص381۔

"يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، أَطِيعُونِي وَاجْعَلُوهَا بِي، وَخَلُّوا بَيْنَ هَذَا الرَّجُلِ وَبَيْنَ مَا هُوَ فِيهِ فَاعْتَزِلُوهُ، فَوَاللهِ لَيَكُونَنَّ لِقَوْلِهِ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْهُ نَبَأٌ عَظِيمٌ، فَإِنْ تُصِبْهُ الْعَرَبُ فَقَدْ كُفِيتُمُوهُ بِغَيْرِكُمْ، وَإِنْ يَظْهَرْ عَلَى الْعَرَبِ فَمُلْكُهُ مُلْكُكُمْ، وَعِزُّهُ عِزُّكُمْ، وَكُنْتُمْ أَسْعَدَ النَّاسِ بِهِ" یہ ان کا مستقل موقف تھا[1]۔ دراصل رسول اکرم ﷺ سے ان کی جان پہچان اور معرفت بہت پرانی اور خاندانی تھی۔ وہ قریبی عزیز بزرگ ہونے کے علاوہ جنگ فجار کے قائدین صلح میں رہے تھے۔ سفر طائف کے بعد آپ کی واپسی پر اپنے باغ نخیل میں آپ کی مشکل حالات اور سخت مخالفت کے دوران آپ کی زخمی حالت پر آپ کی مدارات کی تھی۔ جنگ بدر کو ٹالنے اور قریشی لشکر کو واپس مکہ لے جانے کی تمام تر سعی کی تھی اور اس سعی نامشکور میں متشددین و معاندین کے طعن وطنز کے علاوہ مخالفت برداشت کی تھی[2]۔

موقف احسان نبوی

رسول اکرم ﷺ شیخ قریش عتبہ بن ربیعہ عبشمی کی صلح جو فطرت، قائدانہ لیاقت، دور رس نگاہ وفراست اور ذاتی عظمت کے پورے معترف تھے۔ آپ نے ان سے تمام قومی معاملات میں صرف اتفاق ہی نہیں کیا پوری معاونت کی اور برملا تحسین بھی[3]۔

بحالت تباہ سفر طائف سے واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے باغ میں پناہ لی تو عتبہ بن ربیعہ اور ان کے برادر شیبہ کو آپ پر رحم بہت آیا "تَحَرَّكَتْ لَهُ رَحِمُهُمَا" اور آپ نے ان کا بھیجا ہوا خوشہ انگور طبق سے اٹھا کر تناول فرمایا۔ روایت میں آپ کے زبانی رد عمل و شکرانے کا کوئی حوالہ نہیں

---

1 سیرت ابن ہشام، ج 1، ص 294۔

2 حرب / جنگ فجار میں صلح کی مساعی کے لیے ابن سعد (طبقات، ج 1، ص 101) کے ذِكْرُ حُضُورِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَرْبَ الْفِجَارِ کے تحت؛ سہیلی (الروض الانف، دار احیاء التراث العربی، ج 2، ص 150) کے آخِرُ أَمْرِ الْفِجَارِ عنوان کے تحت، عتبہ بن ربیعہ نے چالیس افراد ہوازن کے سپرد بطور یرغمال کیے تھے اور صلح کرلی تھی۔ ان یرغمالیوں میں حضرت حکیم بن حزام اسدی بھی تھے۔ ابن سعد میں وضاحت ہے کہ ہوازن کے مقتولوں کی دیت ادا کر دی گئی تھی۔ ابن اسحاق / ابن ہشام؛ مذکورہ بالا واقدی، ۸۰-۸۲ ومابعد۔

3 واقعات غزوہ بدر میں عتبہ بن ربیعہ عبشمی کی تعریف و تحسین نبوی اور ان کے قتل کے بعد ان کے فرزند حضرت ابو حذیفہ سے مکالمہ نبوی میں تحسین مزید ہے۔

ملتا ہے[1]۔

جنگ بدر سے قبل آپ ﷺ نے تمام سرداران قریش میں سے صرف عتبہ بن ربیعہ عبشمی کی آمد پر تبصرہ فرمایا تھا کہ "اگر قوم (قریش) میں کوئی خیر ہے تو صرف اس سرخ اونٹ والے کے پاس ہے۔ اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو راہ ہدایت پائیں گے:".... إنْ يَكُنْ فِي أَحَدٍ مِنْ الْقَوْمِ خَيْرٌ فَعِنْدَ صَاحِبِ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ، إنْ يُطِيعُوهُ يَرْشُدُوا" دوسرے اکابر صلح جو میں حضرت حکیم بن حزام اسدی وغیرہ عتبہ بن ربیعہ کے معاون ومشیر اور صلح کے جویا تھے[2]۔

مبارزت میں عتبہ بن ربیعہ عبشمی کی موت تلوار مرد مومن سے ہوئی۔ ان کے مسلم فرزند حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ کو فطری طور سے دکھ ہوا مگر اس سے بڑا اندوہ جاں گسل یہ تھا کہ باپ کی موت کفر وشرک اور بیجا حمیت قومی میں ہوئی۔ ان کو اپنے باپ کی دانش وفراست سے پوری امید تھی کہ وہ اسلام سے مشرف ہوں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے مسلم وجاں نثار صحابی کے غم واندوہ میں تعزیت وغمگساری کا مرہم رکھا اور حکم فرمایا کہ مسلم صحابہ کے فوت شدہ مشرک آباء واجداد کو برا بھلا کوئی نہ کہے کہ اس سے زندہ جانشینوں اور اہل تعلق کو اذیت پہونچتی ہے۔ قتل عتبہ پر رسول اکرم ﷺ کو طبعی طور سے دکھ ہوا تھا کہ آپ بھی ان کی دانش وحکمت اور طبیعت صلح کل سے خیر وہدایت کی توقع رکھتے تھے۔

مشرک مقتولین پر ان کے اہل قرابت سے تعزیت نبوی

رحمت عالم ﷺ کا ایک عظیم الشان اور قابل فخر وانتثال اسوۂ حسنہ یہ بھی ہمیشہ رہا کہ اپنے مسلم ومومن صحابہ وصحابیات کے والدین، خاندان والوں اور اہل قرابت کی طبعی موت یا جنگاہ میں قتل ہونے پر ان سے تعزیت کرتے اور ان کے دکھ میں شریک ہوتے اور ان کو تسلی تشفی دیتے کہ اخلاق عالی بیکراں تھا۔ عتبہ بن ربیعہ عبشمی کے قتل کا معاملہ اکلوتا تھا اور نہ رسول رحمت کا اسوۂ تعزیت محدود، متعدد دوسرے مقتولین بدر اور مہلوکین غزوات اور متوفیان قریش وغیرہ پر اس کا اظہار مسلسل ہوتا رہا

1 سیرت ابن ہشام، ج 1، ص 421۔

2 سیرت ابن ہشام، ج 1، ص 621۔

تھا[1]۔

اکابر صلح و آشتی کا تحفظ نبوی

شیخ عتبہ بن ربیعہ عبشمی کی مانند متعدد اکابر و سادات قریش تھے جو جنگ وجدال "ہم قوم و قرابت" سے نہ صرف شخصی طور سے گریزاں تھے بلکہ قوم اور اکابر قوم کو جنگ جوئی سے روکتے تھے۔ ان میں حضرت حکیم بن حزام اسدی، اخنس (ابی) بن شریق ثقفی، طالب بن ابی طالب ہاشمی جیسے متعدد تھے موخر الذکر دو اکابر و نوجوانان قریش جنگ بدر سے پہلے ہی مکہ لوٹ گئے تھے اور اپنے ساتھ اپنے قبیلوں / جنگی شرکاء قبیلہ / خاندان کو بھی واپس لے گئے تھے۔ ان میں قریشی خاندان میں سے بنو زہرہ، بنو ہاشم اور بنو عدی وغیرہ کے سپاہی و قائدین شامل تھے۔ البتہ متعدد دوسرے قومی دباؤ و جبر متشددین سے میدان میں موجود رہے، رسول اکرم ﷺ نے ان کو اپنے حکم وحی مآب سے تحفظ عطا فرمایا تھا اور جنگ کیے بغیر واپس لوگ جانے والوں کی تحسین و تعریف فرمائی اور اسی کو شجاعت مردانہ قرار دیا[2]۔

حضرت حکیم بن حزام اسدی اور ان کے اصحاب جمعیت میدان بدر میں واقع ایک حوض سے پانی پینے پلانے کے لیے آئے تو مجاہدین اسلام نے ان پر تاخت کا ارادہ کیا، آپ نے ان کو روک دیا۔ ان کی صلح جویانہ فطرت اور مضمر حمایت نبوی کی رعایت رحمت عالم ﷺ کے پیش نظر تھی اور وہ آپ کو عزیز تر تھی[3]۔

بنو ہاشم وغیرہ کے قتل کی مخالفت نبوی

بنو ہاشم وغیرہ کے متعدد اکابر و نوجوان قریش جنگ جو، جو اپنے اکابر کے شدید دباؤ، سخت لعن طعن اور قومی عصبیت کی دہائی دینے اور بزدلی کا الزام لگانے جیسے ہتھکنڈوں سے شریک ہوئے، آپ نے ان سب کے لیے جنگ سے قبل ہی ان کے قتل کی ممانعت کر دی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کو ان کی صلح جوئی اور طبعی سلامت روی کا خاصا پاس رہا۔ جنگ جو اکابر قریش کو بھی ان کی محبت و حمایت نبوی کا پورا پورا ادراک تھا۔ جناب طالب بن ابی طالب ہاشمی سے بعض متکبرین قوم نے "محاورہ کیا تھا: اے بنو ہاشم،

---

1 مذکورہ بالا

2 مذکورہ بالا

3 انساب الاشراف، ج 1، ص 292۔

اگر چہ تم ہمارے ساتھ نکلے ہو لیکن تمہارے دل اور تمہاری محبت محمد (ﷺ) کے ساتھ ہیں"۔ طالب تو واپس جانے والوں کے ساتھ مکہ لوٹ گئے مگر حضرات عباس بن عبد المطلب ہاشمی، عقیل بن ابی طالب ہاشمی اور داماد رسول ﷺ ابو العاص بن ربیع عبشمی شریک جنگ رہے اور قیدی و اسیر بنے۔ آپ نے جنگ سے بہت قبل صحابہ کرام کو ان کے مجبور کر کے میدان جنگ میں لائے جانے کا واقعہ بیان کر کے ان کے قتل سے منع فرمایا تھا اور اس کی پاسداری صحابہ کرام نے کی "إِنِّي قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ رِجَالًا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَغَيْرِهِمْ قَدْ أُخْرِجُوا كُرْهًا، لَا حَاجَةَ لَهُمْ بِقِتَالِنَا، فَمَنْ لَقِيَ مِنْكُمْ أَحَدًا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَلَا يَقْتُلْهُ" (1)

ابو البختری بن ہشام اسدی کا موقف حمایت

بنو اسد / قریش کے ایک معزز و مکرم اور صاحب خیر و حسنات ابو البختری تھے اور رسول اکرم ﷺ سے ان کی قرابت قریبہ کے رشتے تھے۔ وہ مکی دور رسالت سے رسول اکرم ﷺ کے حمایتی، مدافع اور معاون رہے تھے۔ معاند قریشی اکابر سے برملا حمایت نبوی میں لوہا لیتے اور تمام دباؤ و جبر کے باوجود برموقع و برمحل آپ کی حمایت میں اقدام کرتے اور بعض بعض دشمنان نبوی سے باقاعدہ ہاتھا پائی کرتے اور مسلح مدافعت سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ واقدی کی روایت ہے کہ ابو البختری کو ایک دن رسول اکرم ﷺ کی اذیت دہی کی خبر ملی تو انھوں نے ہتھیار اٹھا لیے اور کہا کہ "اگر کسی نے اب محمد (ﷺ) کو تکلیف دی تو اس کو تلوار سے ختم کر دوں گا" اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا شکریہ ادا کیا(2)۔

ابو البختری مکہ کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے سے لوگوں کو روکتے تھے، وہ خود تو ایذا رسانی سے دور رہتے حتی کہ ایسی کوئی بات بھی نہ کرتے جو آپ کو ناگوار خاطر ہو".... كَانَ

---

1 سیرت ابن ہشام، ج1، ص629۔

2 واقدی کی روایت ہے (تمام رواۃ کے متفقہ بیان سے) "وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وآله وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ أَبِي الْبَخْتَرِيّ، وَكَانَ قَدْ لَبِسَ السِّلَاحَ يَوْمًا بِمَكَّةَ فِي بَعْضِ مَا كَانَ بَلَغَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وآله وَسَلَّمَ مِنَ الْأَذَى، فَقَالَ: لَا يَعْتَرِضُ الْيَوْمَ أَحَدٌ لِمُحَمَّدٍ بِأَذًى إِلَّا وَضَعْت فِيهِ السِّلَاحَ. فَشَكَرَ ذَلِكَ لَهُ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وآله وَسَلَّمَ" مغازی واقدی، ج1، ص80۔

أَكَفَّ الْقَوْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمَكَّةَ، وَكَانَ لَا يُؤْذِيهِ، وَلَا يَبْلُغُهُ عَنْهُ شَيْءٌ يَكْرَهُهُ "[1]۔

وہ حضرت حکیم بن حزام اسدی، اور شیخ قریش عتبہ بن ربیعہ عبشمی کے طبقہ اکابر میں سے تھے، وہ شاعر و ادیب اور صلح کل کے آدمی تھے اور اس طبقہ اکابر قریش کا شعار قومی و دینی یہ تھا کہ وہ جبر و تشدد کو روا نہیں رکھتے تھے اور رسول اکرم ﷺ سے قرابت رکھتے اور محبت کرتے تھے۔

سماجی مقاطعہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے سخت زمانے میں وہ خود بھی سامان رسد سے اعانت مسلمین اور خدمت نبوی کرتے تھے اور حضرت حکیم بن حزام اسدی کی مانند حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ کے قریبی عزیز تھے۔ حضرت حکیم اسدی نے ایک یا زیادہ مواقع پر خدمت عالیہ میں سامان رسد شعب بن ابی طالب / بنی ہاشم میں بھیجا اور اس کی روک تھام ابو جہل مخزومی نے کی تو اس سے جھگڑ بیٹھے اور سخت تصادم کے عالم میں اسے مار کر خون سے نہلا دیا۔ ان کی دلیل تھی کہ ایک شخص اپنی سگی پھوپھی کے لیے کھانے پینے کا سامان بھیجتا ہے تو اس میں سد راہ ہونے کا حق کسی کو نہیں[2]۔

قریشی متشدد اکابر نے جبر و اکراہ سے متعدد قریشی خاندانوں کے شیوخ کی زبان سماجی مقاطعہ نبوی کے موقع پر بند کر دی تھی حالانکہ وہ اس کے قطعی خلاف تھے۔ دستاویز مقاطعہ کی منسوخی کی ایک باقاعدہ اور انسانیت و قوم نواز تحریک جب پانچ اکابر نے چلائی تو ان میں سے ایک ابو البختری اسدی بھی تھے۔ دوسرے زعماء قریش مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن اسود، زہیر بن ابی امیہ تھے۔ انھوں نے نہ صرف اس کو منسوخ کرنے کا عزم کیا بلکہ ہتھیار بند ہو کر اشراف قریش کے ہوش اڑا دیے اور پھر انھوں نے چپ چاپ منسوخی تسلیم کر لی[3]۔

نبوی احسان کا موقف

رسول اکرم ﷺ نے ابو البختری کے موقف حمایت و نصرت کی ہمیشہ تحسین و توصیف کی اور اسے سدا

---

1 سیرت ابن ہشام، ج 1، ص 629۔

2 ایضاً، محولہ بالا۔

3 "...وَلَبِسُوا السِّلَاحَ... فَلَمَّا رَأَتْ قُرَيْشٌ ذَلِكَ سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَعَرَفُوا أَنْ لَنْ يُسْلِمُوهُمْ..." طبقات ابن سعد، ج 1، ص 164۔

یاد رکھا۔ غزوہ بدر کے ہلاکت خیز موقع پر آپ نے صحابہ کرام کو ہدایت کردی تھی کہ اگر کوئی شخص ابوالبختری سے قتال میں دوچار ہو جائے تو انھیں قتل نہ کرے کیونکہ ان کو زور وزبردستی سے میدان جنگ میں گھسیٹ لایا گیا ہے: "وَمَنْ لَقِيَ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ بْنَ هِشَامِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ أَسَدٍ فَلَا يَقْتُلْهُ... فَإِنَّهُ إِنَّمَا أُخْرِجَ مُسْتَكْرَهًا "[1]

سوئے اتفاق سے ابوالبختری اپنے دوست وندیم تجارت طلحہ بن ابی طلحہ عبدری ساتھ میدان میں بعض صحابہ کرام کے سامنے آئے اور انھوں نے ابوالبختری کو پہچان کر نبوی ہدایت کے مطابق امان دی مگر وہ مصر رہے کہ امان میں ان "زمیل" (ساتھی) کو بھی شریک کیا جائے۔ مجاہد اسلامی نے یہ شرط نہ مانی اور دونوں قریشی دوست اور ندیم اور نبوی معاون وخیر خواہ تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے مجاہدین کو سرزنش کی کہ ان کی شرط مان لینی تھی اور آپ نے ان دونوں کے قتل پر سخت رنج وغم کا اظہار فرمایا[2]۔

رفاہی و قومی خدمات کی رعایت

رحمۃ للعالمین ﷺ صرف اپنی ذات گرامی اور اسلامیان مکہ و قریش کی حفاظت وحمایت کی خاطر ہی خیر خواہ اکابر وجوانان قریش کی طرف دل میں نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے متعدد شیوخ واکابر اور خدام قوم کی رفاہی خدمات کا بھی بڑا لحاظ کرتے اور ان کی جان ومال و آبرو کی حفاظت کا بندوبست کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں تیرہ برسوں کے عرصہ میں آپ نے ان کی رفاہی خدمات اور قومی بہبود کے کاموں کو خراج تحسین پیش کیا تھا کہ وہ آپ کا بھی ایک من چاہا کار خدمت تھا جیسا کہ آپ کی صفات وخدمات کا ایک دلآویز تجزیہ حضرت خدیجہ ام المومنینؓ نے تنزیل قرآنی کے اولین مواقع پر کیا تھا اور وہی آپ کے تمام اصحاب خیر ومال کا رویہ ووتیرہ رہا تھا۔ ان میں خدمات صدیقؓ کا صفات وخدمات نبوی

---

1 سیرت ابن ہشام، ج1، ص629۔

2 ایضاً، ج1، ص630۔

کے مماثل تجزیہ ایک مشرک سردارِ قوم نے کیا تھا[1]۔

لازمی ہجرت سے استثنا نبوی

خاندان حضرت عمرؓ کے ایک عظیم مخیر و خدمات گزار قوم حضرت نعیم بن عبداللہ عدوی تھے جو اپنی رفاہی خدمات کے سبب النحام کے لقب سے متصف ہوئے۔ وہ خاندان بنو عدی کے محتاج افراد، مسکین خواتین و حضرات اور بیوہ پریشاں حال خواتین اور دوسرے ضرورت مندوں کی کفالت مدتوں سے کرتے رہے تھے اور مکی دور نبوی میں بھی اسی پر عمل پیرا رہے۔ ہجرت مدینہ کے لازمی حکم الٰہی اور قطعی فرمان نبوی کے بعد دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ حضرت النحام نے بھی رخت ہجرت باندھا۔ قریشی اکابر و سادات حتی کی متشد دین و معاندین اسلام و رسول نے ان کو بہ اصرار ترک وطن سے باز رکھا کہ ''جو دین چاہو اس پر چلو مگر مکہ چھوڑ کر نہ جاؤ کہ ایسے بہی خواہ قوم اور محسن بیکساں کی رفاہی خدمات سے محرومی مکہ کے لوگوں کو ہو گی'' اور وہ ہجرت سے رک گئے۔ ان کے قیام مکہ میں اذن نبوی بھی شامل تھا کہ مساکین و ایتام اور محتاجان قوم میں مسلم و غیر مسلم دونوں شامل تھے اور ایسی ولولہ انگیز محبت و خلوص آگیں اور انسانیت نواز خدمات کسی اور صاحب مال سے نہ بن پائے گی۔ حضرت النحام عدوی مدتوں مکہ مکرمہ میں آباد اور قومی خدمات انجام دیتے رہے اور کافی مدت کے بعد مدینہ ہجرت کر کے مہاجرین مخلصین کی منزلت سے ہم کنار ہوئے[2]۔

کفالت مساکین کی وجہ سے تحفظ نبوی

قریشی صاحبان خیر و مال میں سے ایک اہم و ممتاز نام ایک مشرک و کافر حارث بن عامر بن نوفل کے قتل سے ممانعت فرمادی تھی کہ وہ بنو عبد مناف کے یتیموں کی کفالت کیا کرتے تھے اور دوسرے ایتام و مساکین پر خوب مال خرچ کرتے اور ان کی ضروریات پوری کرتے تھے[3]۔

---

1 صفات نبوی کے لیے ملاحظہ ہو؛ بخاری، كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث عائشہ :3۔ فضائل صدیق اکبرؓ کے لیے بخاری، بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ إِلَى المَدِينَةِ، حدیث عائشہؓ:۳۹۰۵۔

2 ابن سعد ۴ /۳۸۷/۱ اسد الغابہ / اصابہ ترجمہ نعیم بن عبداللہ النحام: ''ذن بائی دین شفت او قم عندنا''

3 واقدی، ۹۰؛ نیز حاشیہ :۳۵

خواتین وازواج کی رعایت نبوی

رسول اکرم ﷺ نے جنگ بدر سے قبل مجبوروں کے زبردستی میدان جنگ میں لائے جانے کی بنا پر صحابہ کرام کو جن کے قتل کی ممانعت کی تھی ان میں سے ایک شیخ حارث بن عامر بن نوفل تھے۔ صحابہ کرام کو ایسے لوگوں کے لیے عام ہدایت تھی کہ "ان کو گرفتار و قید کرلینا مگر انھیں قتل نہ کرنا" میدان کارزار میں ان کا آمنا سامنا حضرت خبیب بن یساف سے ہو گیا، وہ انھیں پہچانتے نہ تھے لہٰذا قتال کیا اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے از حد رنج و افسوس سے فرمایا: اگر میں ان کو پاجاتا (ان کے قتل سے قبل) تو ان کو ان کی عورتوں کی وجہ سے چھوڑ دیتا: "لَوْ وَجَدْته قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ لَتَرَكْته لِنِسَائِه"[1]۔ مصادر سیرت میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ کاروان قریش برائے تجارت شام میں ان کا اور خاندان بنی عبد مناف کا بہت مال لگا ہوا تھا اور وہ اس کے اتلاف سے بھی پریشان تھے لہٰذا قریش کو مشورہ دیتے رہے کہ وہ جنگ کے لیے نہ جائیں اور مکہ میں کاروان کا انتظار کرلیں لیکن ان کی بات کسی نے نہ سنی اور ان کو بھی قومی لشکر میں گھسیٹ کر لے گئے۔ ان کے قتل کے قصاص میں ان کی دختر نے کئی اصحاب نبوی کو قتل کرایا[2]۔

ایک بڑے سردار قریش زمعہ بن الاسود اسدی کے قتل سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر سے قبل منع فرمایا تھا۔ غزوہ بدر میں وہ مکی لشکر کے افسر میسرہ تھے۔ رویاء عاتکہ اور قرعہ فال کی وجہ سے وہ قتال کے لیے میدان بدر میں جانے کے لیے تیار نہ تھے مگر ان کو دوسرے اکابر نے لعن طعن کر کے مکی لشکر کے ساتھ جانے پر مجبور کر دیا اور وہ میدان جنگ میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں مارے گئے۔ ان کے قتل کی ممانعت نبوی کی ایک اور اہم وجہ یا سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ صحیفہ مقاطعہ کی منسوخی کی تحریک کے علمبردار تھے جیسے ابوالبختری وغیرہ تھے۔ ان پانچوں سرداروں میں سے مطعم بن

---

1 مغازی واقدی، ج 1، ص 81۔ ان کے قتل کی ممانعت نبوی کہ وہ خروج کو ناپسند کرنے والے اور قریش کی لشکر کشی کے خلاف تھے۔ اور اپنے اور بنو عبد مناف کے مال تجارت کے ضیاع کے خدشہ میں مبتلا تھے۔ وہ اتنے مال دار تھے کہ کاروان تجارت میں ان کا ایک ہزار مثال کا مال لگا تھا اور اتنے صاحب جاہ کی معاندین قریش نے ان کو افسر میمنہ بنا دیا تھا۔

2 مغازی واقدی، ص ۶۱، ۵۶، ۲۶۸، ۲۲۱، ۶۷ میں ان کے اوصاف و خدمات کا ذکر مختلف واقعات کے حوالے سے ہے۔

عدی نوفلی تو غزوہ بدر سے قبل مکہ میں وفات پا چکے تھے اور بعض نے مجبوراً شرکت کی تھی اور ان سب کی حمایت و نصرتِ محصورین شعب بن ابی طالب کی وجہ سے ان کے قتل کرنے کی ممانعت کی تھی اور ہاتھ لگنے پر صرف قید کرنے کی تاکید کی تھی[1]۔

ایک اور شیخ مکہ ابو عزہ عمرو بن عبد اللہ جمحی محتاج تھے اور کئی لڑکیوں کے باپ۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی حاجت و عیال داری کی دہائی دی اور رسول اکرم ﷺ نے ان پر احسان کیا اور بلا فدیہ آزاد کردیا گیا مگر یہ شرط منوالی کہ وہ آئندہ مسلمانوں اور اسلام و رسول کے خلاف "مظاہرہ" نہیں کریں گے۔ ابو عزہ جمحی شاعر و صاحب زبان بھی تھے اور انھوں نے ایک قصیدہ میں رسول اکرم ﷺ کی اس "منت" پر مدح کی ہے۔ اس پر پانچ اشعار سیرت ابن ہشام میں ہیں[2]۔

اسیران بدر پر احسان نبوی

غزوہ بدر میں قریش مکہ کے ستر اکابر کھیت رہے تھے اور اتنی ہی تعداد میں ان کے اکابر و شیوخ اسیر جنگ بنے تھے۔ عام سپاہ کا ذکر ہی نہیں ملتا۔ جنگ سے قبل رسول اکرم ﷺ نے متعدد افراد و طبقات کو قتل کرنے سے منع فرمادیا تھا اور تاکید کردی تھی کہ ہاتھ لگیں تو ان کو قیدی بنالیا جائے، مارا ہرگز نہ جائے۔ آپ نے ان کے ساتھ رعایت و حفاظت کی اتنی احتیاط کی تھی کہ صحابہ کرام کو ہدایت کی کہ اپنے اسیروں پر کسی طرح کی زیادتی نہ کریں اور بعض صحابہ کے شہید عزیزوں کی خبر ان کے غازی مجاہدین کے دینے کی ممانعت کردی تھی کہ مبادا وہ اپنے قبضہ میں آئے قیدیوں کو غیظ و غضب میں قتل کرڈالیں۔ ان کی وجوہ و توجیہ بھی فرمادی تھی کہ ان میں سے بہت سے مجبور کرکے لائے گئے ہیں۔ متعدد جنگ و قتال سے گریزاں بلکہ مخالف ہیں، بعض بعض کی رفاہی و قومی خدمات ہیں۔ بعض بعض کے رسول اکرم ﷺ پر احسانات ہیں یا اسلامی دعوت و نشر واشاعت کے سلسلہ میں ان کی انسانی و قومی خاموش اعانت و امداد ہے، یا معاندین کی روک تھام یا اذیت دہی کی ممانعت و مخالفت ہے یا مسلم مکیوں

---

1 سیرت ابن ہشام، ج1، ص376-379

2 سیرت ابن ہشام، ج2، ص61۔

کی جوار و پناہ اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی جوار کے ذریعہ حمایت و حفاظت ہے[1]۔

مجرمان جنگ پر زر فدیہ کے بدلے آزادی

قریشی اسیر ان بدر میں سے سب کے سب عظیم و مالدار خاندانوں کے افراد و اکابر تھے۔ صرف تھوڑی سی تعداد ان کی تھی جو سر دست تنگ دست تھے۔ عام اصول رحمت و عدل کے تحت رسول اکرم ﷺ نے مالدار اسیر ان قریش کے تین چار طبقات زر فدیہ کے لحاظ سے بنائے تھے جو ان کی مالداری کے لحاظ سے تھے۔ اس عادلانہ اور انسانیت نواز اور مرحمت آگیں شرح فدیہ کی تقسیمات میں قیدیوں کی مالی و سماجی حیثیت کی پاسداری سے زیادہ رحمۃ للعالمینی کی کارگزاری تھی۔ سب سے زیادہ شرح زر فدیہ۔ چار ہزار درہم فی کس۔ عام روایت عرب اور مسلمہ اصول قریش کے اعتبار سے تھی کہ سماجی نخوت اور قریشی تکبر اس سے کم زر فدیہ کو اپنے لیے باعث تحقیر و تذلیل سمجھتا تھا۔ تین ہزار، دو ہزار، ایک ہزار اور اس کے مابین مختلف شروح بھی ان کی سماجی حیثیت اور نبوی مرحمت کی جہات رکھتی ہیں[2]۔ رسول اکرم ﷺ نے احسان ذات والا صفات کی بنا پر اور رب العزت کے حکم و عدل کی وجہ سے متعدد کو بلا کسی زر فدیہ کے رہا کر دیا کہ وہ غیر مستطیع و بے سہارا تھے[3] اور سب سے زیادہ مرحمت نبوی، انسانیت پروری، علم و فن نوازی اور وقت و موقعہ اور واقعیت شناسی کا عمل یہ تھا کہ پڑھے لکھے اسیر ان قریش کو دس دس کو دکان مکتب و بچگان انصار و مہاجرین کو پڑھنے اور لکھنے (قراءت و کتابت) کے بنیادی ہنر

---

1 مباحث مذکورہ بالا اور مصادر میں ذکر غزوہ بدر کے علاوہ واقدی کے مطابق آپ کے حکم کے الفاظ تھے: "لَا يَتَعَاطَى أَحَدُكُمْ أَسِيرَ أَخِيهِ فَيَقْتُلَهُ"۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے بھائی کی شہادت کی خبر ان کو دینے کی ممانعت نبوی تھی: "لَا تُخْبِرُوا سَعْدًا بِقَتْلِ أَخِيهِ فَيَقْتُلَ كُلَّ أَسِيرٍ فِي أَيْدِيكُمْ" (مغازي واقدي ج1، ص106)۔ حضرت سعد بن معاذ اوسیؓ کو قتل مشرکین کی اسارت و قید ناپسند تھی کہ وہ ان کے استیصال کے حامی تھے لیکن رحمت عالم ﷺ نے ان کو درس صبر و محبت دیا۔

2 زر فدیہ کی شروح کے لیے: سیرت ابن ہشام، ج1، ص649۔652 / مغازی واقدی 138۔144

3 مغازی واقدی 138۔144۔ ان میں سائب بن عبید اور عبید بن عمرو کا نام ایک روایت میں ہے اور دوسروں کا بعد کی روایات میں ہے۔ احسان نبوی سے رہا کیے جانے والوں کی تعداد کافی تھی۔

سکھانے کے عوض آزادی کی دولت سے نوازا تھا۔ دولت علم سے دولت آزادی کی یہ جہتِ مرحمت نبوی انسانی تاریخ میں ایک تابناک مثال ہے اور نبوی فکر تعلیم و تدریس کی قابل تقلید و فخر مثال بھی ہے[1]۔ ایک صحابی حضرت سعد بن نعمان (بنو معاویہ) کو عمرہ کے دوران ابو سفیان اموی نے قید کر لیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی شرط پر ان اموی شیخ کے فرزند حنظلہ کے بدلے آزاد کیا تھا[2]۔ تبادلہ کا ایک معاملہ نبوی یہ تھا کہ آپ نے اپنی دختر حضرت زینب کی مدینہ روانگی کی شرط پر داماد حضرت ابو العاص کو رہا کیا تھا اور ان کا زر فدیہ نہیں لیا تھا کہ وہ تبادلہ کا معاملہ تھا اور داماد محترم نے شرط پوری کی اور تحسین نبوی کا مصداق بنے تھے[3]۔ زر فدیہ کے بدلے رہائی کی تجویز صدیق اکبر میں ان تمام گرفتاران بلاو ذلت کے معاملہ میں صلہ رحمی، قرابت داری اور اولی القربیٰ کی مودت کی جہات تھیں جب کہ فاروق اعظم اور حضرت سعد بن معاذ اوسی جیسے صحابہ کرام کی تجویز قتل مجرمان جنگ میں انصاف و عدل کی بات تھی اور عرب روایات اسارت کے عین مطابق لیکن آپ نے زر فدیہ کے بدلے اسیر ان قریش کو آزاد کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ وہ سراسر آپ کی رحمت و مروت اور انسانیت و قرابت نوازی کا معاملہ تھا[4]۔

---

1 ”... فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِدَاءٌ دَفَعَ إِلَيْهِ عَشَرَةَ غِلْمَانٍ مِنْ غِلْمَانِ الْمَدِينَةِ فَعَلَّمَهُمْ. فَإِذَا حَذَقُوا فَهُوَ فِدَاؤُهُ.... فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ عَلَّمَ عَشَرَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ الْكِتَابَةَ. فَكَانَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مِمَّنْ عُلِّمَ“۔ **طبقات ابن سعد**، ج ۲، ص16۔ **نیز حیات طیبہ اردو ترجمہ مسند احمد بن حنبل**۔

2 مغازی واقدی، ج 1، ص139۔ سیرت ابن ہشام، ج 1، ص650۔651

3 سیرت ابن ہشام، ج 1، ص653۔

4 مغازی واقدی، ج 1، ص ۱۰۸۔۱۰۹۔ قیدیوں کے معاملے میں گرفتار شدہ اکابر قریش نے حضرات شیخین سے سلسلہ جنبانی و سفارت کے ذریعہ یہ پیغام و درخواست کی تھی کہ ان کو قتل نہ کیا جائے اور زر فدیہ پر رہا کر دیا جائے۔ حضرت فاروقؓ قتل کے حق میں تھے اور حضرت صدیقؓ زر فدیہ کے اور اولقربیٰ ہونے کے سبب رحم و کرم کے مستحق سمجھتے تھے۔ واقدی میں ہے حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ کا بھی یہی موقف قتل اسیر ان کا تھا۔ متعدد دوسرے صحابہ کرام کا بھی یہی موقف قتل کے باحق میں تھا جیسا کہ کتب؛ حدیث و غیر میں ہے۔

اسیری کے دوران احسان و سلوک نبوی

تمام اسیروں کی قید و بند کی لازمی پابندی، ان کی حفاظت اور ان کے فرار کی کوششوں پر شکنجہ لگانے اور ان کو پابند رکھنے کے لیے ایک امر مجبوری تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کے علاوہ ان کو تمام سہولیات عطا فرمائیں اور ان کے لیے خاص انتظامات رہنے سہنے، کھانے پینے وغیرہ کے سلسلہ میں فرمائے تھے۔ اسارت کی وحشت ناک اور ذلت آمیز صورت حال میں آپ کی غمگساری اور اہم جراحت دل کی فراہمی کی یہ بصیرت بھی قابل داد ہے کہ آپ نے ان اسیروں کی رہائش، دیکھ بھال، کھانے پینے اور لباس و بستر وغیرہ فراہم کرنے کے سلسلہ میں ان "بندیوں" کو ان کے قریبی اعزہ اور خاندان والوں کے گھروں میں رکھا تھا۔

حضرت عباس بن عبد المطلب ہاشمی عم مکرم اور چچازاد بھائی عقیل بن ابی طالب ہاشمی کو ان کے ننہالی خاندان بنو نجار کے ایک عزیز کے ہاں قید کیا تھا۔ اپنے داماد ابو العاص بن ربیع عبشمی کو اپنے مکان میں خانہ قید کیا تھا اور بعض کے مطابق وہ بعض انصار کے گھر میں تھے۔ خطیب قوم اور قائد قریش سہیل بن عمرو عامری کو اپنے کاشانہ نبوت میں اپنی زوجہ مطہرہ اور ان کی بھاوج حضرت سودہ بنت زمعہ عامریؓ کی نگرانی و حفاظت میں رکھا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین تب تک نہ بنی تھیں) کے مطالبہ قرابت پروری پر ان کے دو عزیزوں کو اپنے کاشانہ نبوت و مرحمت یا کسی صحابی جلیل کی نگہداشت سے ان کی دیکھ ریکھ میں منتقل فرمادیا تھا۔ وہ دونوں خالد بن ہشام اور امیہ بن ابی حذیفہ تھے اور شروع میں کاشانہ صدیقہ میں قید تھے اور ایک "غیر خاندانی" کے گھر میں ان کی قید کو بھی انہوں نے قرابت داری کے خلاف جانا تھا۔ قرابت داری اور صلہ رحمی کی ایسی اور بھی مثالیں موجود ہیں[1]۔

---

1 امام زہری کی حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا حکم تھا کہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو: "اسْتَوْصُوا بِالْأَسْرَى خَيْرًا" مغازی واقدی، ج1، ص119۔ "اسْتَوْصُوا بِالْأُسَارَى خَيْرًا" سیرت ابن ہشام، ج1، ص645۔

رہن سہن اور کھانے پینے کی سہولیات

رسول اکرم ﷺ نے تمام اسیران بدر کے نگاہ داروں اور پہرہ دار خاندانوں کو ان کی عمدہ، فیاضانہ دیکھ بھال کا حکم دیا تھا اور اس کی تعمیل مثالی کی گئی[1]۔

انصاری صحابہ کرام میں سے بعض خود تنگ دست تھے لہذا وہ اپنا کھانا اسیروں کو کھلا دیتے اور خود چند کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر پیٹ کی آگ بجھا لیتے۔ حضرات ابو العاص بن ربیع عبشمی اور ولید بن ولید مخزومیؓ کا یہی اعتراف حسن سلوک ہے اور اضافہ بھی کہ وہ خود پیدل چلتے اور ہمیں سواری پر بٹھاتے تھے[2]۔

حضرت عباس بن عبد المطلب ہاشمی کی جسمانی بندش اتنی سخت تھی کہ ان کی کراہیں نکل جاتی تھیں اور آپ کو تب تک نیند نہ آئی جب تک ان کی ڈوریاں ڈھیلی نہ کر دی گئیں۔ ایک صحابی نے حضرت عباسؓ کی رسیاں ڈھیلی کر دیں تو آپ نے تمام اسیروں کی اسی راحت رسانی کا حکم عادلانہ اور مرحمانہ دیا تھا[3]۔

عم مکرم کیم شحیم آدمی تھے، ان کے جسم و قامت کو ڈھانپنے کے لیے کوئی قمیص نبوی یا لباس صحابہ مناسب نہ نکلا۔ راس المنافقین ابی بن عبد اللہ بن سلول کی لمبی چوڑی قمیص ان پر ٹھیک آگئی اور وہ آپ نے انھیں پہنا دی[4]۔

اس کا احسان نبوی / عوض نبوی یہ تھا کہ آپ نے دشمن اسلام اور منافقین کے سردار کے لیے اپنے جسم اطہر کی اندرونی قمیص عطا فرمائی تا کہ جسم اطہر کا لمس اس کے گناہوں کو کچھ کم کر دے اور اس سے زیادہ

---

1 واقدی، ۱۱۴۔۱۱۵؛ ابن اسحاق / ابن ہشام، ۲ / ۱۸۹ و مابعد۔

2 واقدی، مذکورہ بالا۔

3 ابن سعد، ۴ / ۳۲۵؛

4 ابن سعد، مذکورہ بالا، بخاری / فتح الباری، ۶ / ۱۷۴۔۱۷۵ انیز کتاب الجنائز میں شرح حافظ۔

حضرت عمر فاروقؓ کے سخت اصرار کے باوجود اس کی نماز جنازہ پڑھادی کہ اس کے عذاب وعقاب میں کچھ تو رحمت نبوی کا شائبہ شامل ہو کر غضب وعتاب الٰہی کی آگ کو کم کرنے کا باعث بن جائے[1]۔

مثلہ سے انکار

خاص اسیر بدر سہیل بن عمرو عامری اپنے خطبات اور ان کی فصاحت وبلاغت اور زبان ولہجہ کی تاثیر و جذب سے نہ صرف ہجو نبوی کرتے تھے بلکہ عرب اور قریش کے عوام وخواص کو اسلامی دعوت سے دور رکھنے کی کوشش مسلسل کرتے رہتے تھے۔ وہ اسلام وپیغمبر اسلام کے ایسے ہی مخالف ومعاند تھے حالانکہ ذاتی و شخصی طور سے وہ خاندانی قرابت، صلہ رحمی اور مروت ومحبت کے پیکر تھے اور ذات والا سے ان کی کوئی کد نہ تھی بلکہ وہ اس کا شائبہ بھی نہ رکھتی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ ان کی لسانی ضربات اور خطابی ہجویات اور تقریری مخالفت کے سبب خدمت نبوی میں عرض گزار ہوئے کہ ان کے اگلے دانتوں کو اکھڑوادیجئے تاکہ وہ اپنی خطابت وتقریر سے مزید نقصان نہ پہونچاسکیں۔ حضرت عمر فاروق کا یہ مشورہ یا تجویز عزم واصول کی بنا پر تھا، کسی عصبیت سے نہ تھا۔ رسول اکرم ورحمت للعالمین ﷺ نے ان کی تجویز مسترد کردی اور اس کے دو وجوہ بیان فرمائے اور وہ دونوں ہی مرحمت نبوی اور عاطفت محمدی کے نمونے ہیں:

"میں ایسا نہیں کرسکتا، کیا معلوم کل یہی زبان وخطابت، اسلام اور مسلمانوں کی حمایت و نصرت میں ہو: "دعه، فعسى أن يقوم مقامًا تحمده، وينفع اللّٰه بهِ"[2]

"مثلہ کرنا غیر انسانی فعل ہے اور باعث عذاب الٰہی بھی، میں اگرچہ اللہ کا نبی ہوں تاہم مجھے

---

1 ابن اسحاق، ۴/ ۱۳۲؛ واقدی، ۶۹۶۔ ۷۰۲

2 انساب الاشراف، ج1، ص303۔

خوف ہے کہ اس مثلہ کے بدلے میرا مثلہ کردیا جائے[1]۔

ان کی قید و اسیری کے وقت حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ، یہ تو ابویزید ہیں، فرمایا: ہاں یہ وہ شخص ہیں جو مکہ میں روٹی کھلاتے تھے: "هَذَا الَّذِي كَانَ يُطْعِمُ الثَّرِيدَ بِمَكَّةَ" اس موقعہ پر بھی جب کہ سب گناہ گناتے اور برائی کرتے ہیں، آپ نے ان کی فیاضی کی تعریف کی تھی۔ بلاذری میں اطعام سہیل بن عمرو عامری کا جملہ حضرت اسامہؓ کا ہے اور کچھ مختلف ہے: "يَا رَسُولَ اللَّهِ. هذا الذي كان يطعم السريد بمكةيعني الثريد" دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ کے جملہ پر آپ نے تصدیق کی اور وجہ اسیری بھی بتائی: "نعم هذا الذي كان يطعم الطعام بمكة، وَلَكِنَّهُ سَعَى فِي إِطْفَاءِ نُورِ اللَّهِ فَأَمْكَنَ الله منه"[2]

یہ بھی قابل ذکر واقعہ ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنے گھر میں اپنے عزیز و قریب سہیل بن عمرو عامری کو پابند سلاسل اور رسیوں سے بندھا ہوا دیکھا تو بے ساختہ بول پڑیں: "اپنے ہاتھوں سے تم نے اپنے کو سپرد کردیا، کیا شرفاء کی طرح لڑ کر جان نہیں دے سکتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ام المومنین کو سرزنش کی: کیا اللہ ورسول کے خلاف تم ان کو ابھاری رہی ہو: "يَا سَوْدَةُ، أَعَلَى اللهِ وَعَلَى رَسُولِهِ؟"[3]

ام المومنین کو سخت تنبہ ہوا اور معذرت کی کہ ایسے معزز عزیز قریب شخص کو رسیوں میں بندھا ہوا دیکھ کر اپنے جذبات قرابت پر قابو نہ رکھ سکی، مخالفت الٰہی اور عداوت رسول سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں، بلاذری میں اضافہ ہے کہ انھوں نے اللہ سے استغفار کرنے کی التجا کی اور آپ نے ان

1 ابن اسحاق، ۲/ ۱۹۲، واقدی، ۱۱۴؛ بلاذری، ۴۴۷؛ محقق مرعشلی نے واقدی وغیرہ کی روایات کی تخریج حاکم و بیہقی سے بھی کی ہے۔

2 انساب الاشراف، ج11، ص8۔

3 مغازی واقدی، ج1، ص118۔

کے لیے دعا کی: "يغفر اللّٰه لك"[1]

قتل کے سازشی مجرم کی معافی

شیخ مکہ وبنو جمح عمیر بن وھب مکہ میں شیطان قریش اور موذیان رسول میں گردانے جاتے تھے۔ صفوان بن امیہ جیسے بڑے شیخ مکہ کے ساتھ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کی قتل کی سازش کی اور بہانہ وحیلہ سے مدینہ پہونچے لیکن آپ نے ان کے اصل ارادے کو وحی الٰہی سے جان لیا اور ان کی سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ وہ عالم حیرت میں رہ گئے اور اس سے ابھرے تو حق جان لیا اور اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا کہ جتنی مخالفت اسلام کرتے تھے اب اس سے زیادہ تبلیغ واشاعت اسلام کریں گے۔ آپ نے ان کو واپس مکہ جانے دیا اور انھوں نے واقعتا اپنے شہر میں بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا[2]۔

مدینہ آنے والے اکابر کی مدارات نبوی

خدمت اقدس میں عرب قبائل اور قریش مکہ کے اکابر واشخاص کا بلالحاظ دین ومذہب رحمت عالم ﷺ خیر مقدم کرتے، ان کے قیام کا بندوبست فرماتے اور ان کی مدارات کرتے، خواہ وہ کسی مقصد سے آئے ہوں۔ واردین عرب کے ورود وزیارت کے مختلف مقاصد ہوتے تھے اور بسا اوقات ان کے مفاسد بھی ہوتے تھے جیسے بعض قتل نبوی کی غرض سے آتے تھے۔ یہ سلسلہ مدارات محض مدنی دور سے نہیں شروع ہوا بلکہ مکی دور اور قبل بعثت کے زمانے سے ایک مستقل اسوہ نبی تھا۔ مکی دور میں حضرت ابوذر غفاری، ان کے برادر انیس غفاری، بحرین وعمان کے حضرت اشج اور ان کے بھتیجے اور متعدد دوسرے تلاش حق اور تحقیق حال کے لیے آئے تھے اور آپ نے ان کی مدارات کا خاص انتظام

---

1 انساب الاشراف، ج1، ص303۔

2 ابن اسحاق / ابن ہشام، ۲/ ۱۹۹۔ ۲۰۰؛ واقدی، ۱۱۹۔ ۱۲۰؛ بلاذری، ۴۴۷۔

کیا تھا[1]۔ مدنی دور میں اکابر قریش کا ایک طبقہ اپنے اسیران بدر کی رقم فدیہ ادا کرنے کے لیے آیا تھا۔ متعدد حضرات و شخصیات صرف سیاسی بالادستی تسلیم کرنے آئے تھے۔ بہت سے جزیہ و صدقات ادا کرنے پہونچے تھے۔ عیسائی اصحاب نجران معاہدہ کے لیے وارد ہوئے تھے۔ وفود عرب و حبشہ کے ایسے واردین کا ایک سلسلہ طویل بعد کے زمانے میں چلا تھا۔ ان کا ایک مختصر جائزہ صرف ان کے احسانات و خدمات کے حوالے سے کیا جارہا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ مشرک و کافر محسنوں کے احسانات کا بدلہ آپ نے کیسے چکایا تھا[2]۔

اسیران بدر کا زر فدیہ ادا کرنے والے اکابر قریش

غزوہ بدر میں اسلامی فتح نے قریشی اکابر اور ان کے قومی غرور کو چکنا چور کردیا تھا اس حد تک کہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ قومی ناموس بچانے کی خاطر قیدیوں کو رہا کرانے کے لیے مکہ سے کوئی نہ جائے[3]۔ لیکن یہ قومی ناز و تکبر کا عزم جذبات قرابت داری اور محبت اعزہ و اقارب کی آتش جاں سوز میں جل کر خاک ہوگیا اور ان کا سر پر غرور نیچا کر گیا۔ ان ہی کے ایک سردار ابو وداعہ ضبیرہ سہمی کو ان کے فرزند سعید مطلب سہمی نے محبت پدری کے جوش میں قومی فیصلہ کے خلاف مدینہ کا خفیہ دورہ کرکے زر فدیہ ادا کرکے رہا کرالیا۔ اکابر قریش کے لعن طعن پر انھوں نے صاف کہہ دیا: ”کیا میں اپنے باپ کو قید و اسیری

---

1 کتاب خاکسار: عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، قاضی پبلشرز (انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز) نئی دہلی ۱۹۸۶ء کا باب دوم ملاحظہ ہو، نقوش رسول نمبر ۵، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۳ء کا باب دوم معہ حواشی۔

2 ابن سعد، ۱/۱۴۱-۱۷۳ اکا باب وفود العرب، نیز مذکورہ بالا کتاب خاکسار تنظیم ریاست و حکومت۔

3 واقدی، ۱۲۱-۱۲۲: ابوسفیان بن حرب اموی کا بیان: ”...إنّي وَاللهِ غَيْرُ مُفْتَد عَمْرَو بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَلَوْ مَكَثَ سَنَةً أَوْ يُرْسِلُهُ مُحَمَّدٌ! وَاللهِ مَا أَنَا بِأَعْوَزِكُمْ، وَلَكِنّي أَكْرَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيّ أَوْ أُدْخِلَ عَلَيْكُمْ مَا يَشُقّ عَلَيْكُمْ، وَيَكُونُ عَمْرٌو كَأُسْوَتِكُمْ.“ ابن اسحاق، ۲/۱۹۱..”وَلَا تَبْعَثُوا فِي أَسْرَاكُمْ فَيَأْرَبَ بِكُمْ الْقَوْمُ، أَلَا فَأَمْسِكُوا عَنْ الْبُكَاءِ“

کی ذلتوں میں چھوڑ دیتا"[1]۔ ان کے اقدام و جرأت نے دوسروں کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اپنے اپنے اسیروں کی رہائی کے لیے بڑے بڑے اکابر قریش سر نہادہ و زخم خوردہ مدینہ پہونچے۔ رحمت عالم ﷺ نے ان سب کی مدارات کی اور اپنے محسنوں کا اعزاز کیا[2]۔

حضرت جبیر بن مطعم بن عدی نوفلی اپنے عزیزان قوم کے لیے آئے تو ان کو مسجد نبوی میں قیام کا موقعہ دیا اور ان کی ضیافت کی کہ ان کے والد مرحوم کا احسان چکانا تھا۔

حضرت ولید بن ولید مخزومی نبوی اخلاق اور صلہ رحمی سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے برادر اکبر خالد ولید مخزومی کے زر فدیہ ادا کرنے کے بعد ہی اسلام قبول کر لیا اور پھر اپنوں کے اسیر بنے۔

متعدد دوسرے اسیر ان بدر کے ساتھ ان کے اپنے احسانات یا ان کے اکابر کے احسانات و خدمات کے عوض آپ نے ان سب کا خاص خیال رکھا[3]۔

وفود عرب کے اکابر کی مدارات

مدنی دور کے وسط سے ہی بلکہ آغاز سے ہی یثرب / مدینہ کے ارد گرد آباد بدوی قبائل کے اکابر و مشائخ نے آپ سے مدینہ آکر حلف و دوستی کے معاہدے کیے تھے۔ ان کے قیام و طعام اور راحت و آرام کا آپ نے پورا انتظام فرمایا اور خاص طور سے ان کے اکابر و سادات کا جنھوں نے آپ کے ساتھ کسی موقعہ

---

1 ابن اسحاق، ۲/ ۲۳۰ ومابعد۔ واقدی، ۱۲۱۔ ۱۲۲"۔ تجاتی اور مالی فراست کا ایک رویہ اکابر قریش یہ بھی تھا کہ وہ اپنے اسیروں کو جلد فدیہ دے کر رہا کرانے میں رسول اللہ ﷺ کے شرح فدیہ کو اور گراں کرنے کے خدشے سے دوچار تھے۔ ان میں بعض ایسے بھی تھے جو ناموس کے خاطر گراں ترین شرح فدیہ پر اپنے اسیروں کو رہا کرانا چاہتے تھے جیسے صحابی جلیل حضرت مصعب بن عمیر عبدریؓ کی ماں (مشرکہ) نے اپنے مشرک فرزند ابو عزیز عبدری کی رہائی کے لیے گراں ترین شرح فدیہ معلوم کر کے انھیں چھڑایا تھا۔ ابن اسحاق، ۲/ ۱۸۹۔

2 مذکورہ بالا۔ آگے ان کے اسیروں کے لیے انتظامات نبوی کا ذکر آتا ہے۔

3 ابن اسحاق / ابن ہشام، ۲/ ۲۳۰۔ ۲۳۱؛ واقدی، ۱۲۷۔ ۱۳۱؛ ابن سعد، ۲/ ۲۵۸ ومابعد۔

پر حسن سلوک کیا تھا یا احسان کیا تھا یا کلمات خیر کہے تھے۔ آپ کے لیے اکابر قریش سے صلح صفائی کی کوشش کی تھی یا ان کے ہدایائے لباس واسپ وغیرہ کے بدلے میں ہدایائے تھے۔ یہ ایک طویل باب احسان نبوی ہے، صرف چند جھلکیاں پیش ہیں

۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عروہ بن مسعود ثقفی نے جو مصالحانہ گفتگو کی تھی اس کے سبب آپ نے ان کا احسان مانا اوران کا ہمیشہ اکرام کیا اور مدینہ آمد پر ان کی مدارات کی[1]۔

۔ وفد ثقیف کی تلاش حق و تفتیش حال کی کوشش پر آپ نے ان کے لیے شاندار انتظام کیا اوران کے ہی ایک عزیز حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی کو ان کی رہائش، طعام اور مدارات کا ذمہ دار بنایا تاکہ قبائلی وصلہ رحمی کی وجہ سے ان کو تسکین خاطر اوراطمینان قلبی حاصل ہو[2]۔

۔ اپنے شرکائے تجارت کی آمد پر ان کے حسن سلوک و معاملت کی وجہ سے ان کا خاص اکرام کیا اور ان کی وجہ سے ان کے ہمراہیوں کی تالیف قلب کی[3]۔

۔ متعدد مشرک وکافر اور عیسائی اکابر وسادات کے مختلف النوع ہدایا قبول کیے اور حسن معاوضہ واحسان مزید میں ان کو زیادہ قیمتی ہدایا عطا فرمائے[4]۔

---

1 صلح حدیبیہ کے موقعہ پر اکابر سے مکالمہ نبوی: ابن اسحاق / ابن ہشام، ۳/ ۱۹۴۔۱۹۶؛ ابن سعد، ۲/ ۲۹۷ومابعد۔ ابن اسحاق کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر فرمایا تھا کہ اگر قریش مجھ سے صلہ رحمی پر مبنی کوئی مطالبہ کریں گے تو میں ضرور اسے مان لوں گا: ” لَا تَدْعُونِي قُرَيْشٌ الْيَوْمَ إِلَى خُطَّةٍ يَسْأَلُونَنِي فِيهَا صِلَةَ الرَّحِمِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا “۔

2 ابن ہشام، ۴/ ۱۲۱۔ ۱۲۴ ومابعد، مسجد نبوی میں صحن میں ان کے لیے قبہ لگایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ان کے لیے کھانا آتا تھا اوران کی دیکھ بھال حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی اور حضرت خالد بن سعید بن العاص اموی کے سپرد کی گئی تھی۔ موخر الذکر کے بھی ان سے دیرینہ تعلقات تھے۔ واقدی ۶۳۱۔۶۳۷؛ ابن سعد، ۱/ ۱۵۱ ومابعد۔

3 حضرت سائب شریک تجارت نبوی۔

4 غیر مسلم اکابر کے لیے ہدایائے نبوی کا باب کتاب خاکسار: عہد نبوی کا تمدن، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲۰۰۸؛ میں بہت تفصیل مع ذکر مصادر ہے۔